ترجمۂ قرآن کریم پڑھانے والے اساتذہ کرام کی خدمت میں

حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان / رابطہ سیکریٹری اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان

اس وقت بحمد اللہ "وفاق المدارس العربیہ پاکستان" کے مربوط نظم کے باعث پورے پاکستان میں ہزارہا دینی مدارس میں قرآن کریم کا مکمل ترجمہ اور ضروری تشریح نہایت اہتمام کے ساتھ درس نظامی کی زینت ہے۔ تاہم ایک وقت تھا کہ بعض بڑے مدارس و جامعات کو چھوڑ کر عام مدارس میں 'ترجمۂ قرآن کریم' کا چنداں اہتمام نہ تھا۔ اگرچہ درس نظامی کو بالاستیعاب پڑھنے والا قرآن کریم کا ترجمہ بلا تکلّف کر سکتا ہے مگر جو برکات اساتذہ کرام سے پڑھنے اور جو رموز و نکات اوّل تا آخر سبقاً سبقاً قرآن کریم سیکھنے سے حاصل ہوتے ہیں، اُن سے بہر حال محرومی رہتی ہے۔ حضرات اساتذہ کرام طلبہ کو ترجمہ قرآن کریم پڑھاتے وقت عام طور پر کسی ایک ترجمہ کو مدار بنا لیتے ہیں، استمداداً دیگر تفاسیر اور شروح بھی زیر مطالعہ رہتی ہیں، مگر مرکزی حیثیت ایک ہی ترجمہ کی ہوتی ہے۔ ان مشہور تراجم میں مولانا شاہ رفیع الدین دہلویؒ، مولانا شاہ عبد القادر دہلویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا عبد الماجد دریابادیؒ کے تراجم شامل ہیں۔ مؤخر الذکر دو مترجمین کے تراجم پر حضرات علماء کرام نے ناقدانہ تبصرے اور علمی گرفت بھی فرمائی ہے، تاہم فی الجملہ ان تراجم کی افادیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تمام تراجم اسلاف کی محنتوں کا ثمر اور بے شمار محاسن و ممیزات کا نمونہ ہیں، مگر ان میں علم کے ساتھ ساتھ الہامی شان رکھنے والا وہ ترجمہ ہے جو حضرت شاہ عبد القادر صاحب دہلوی قدس سرہ نے "موضح قرآن" کے تاریخی نام سے تحریر فرمایا۔ "موضح قرآن" سے ۱۲۰۵ کا عدد نکلتا ہے اور ۱۲۰۵ھ ہی تکمیلِ ترجمہ کا سال تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کو قرآن سے قلبی لگاؤ تھا۔ اُنھوں نے برسہا برس اعتکاف کر کے قرآن کا مطالعہ کیا۔ قرآن میں غور و خوض کیا، دہلی کی مسجد اکبر آبادی میں بارہ سال تک معتکف رہے۔ اس عرصہ میں صرف قرآن کریم پڑھتے پڑھاتے اور اس پر غور و خوض فرماتے تھے۔ اُنھوں نے اپنے اس مطالعہ اور فکر کا عطر "موضح قرآن" کی صورت میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ترجمہ و تفسیر "موضح قرآن" مکمل کرنے کے بعد خود فرماتے تھے :

روز قیامت ہر کسے باخویش دارد نامہ
من نیز حاضر میشوم تفسیر قرآن در بغل

یعنی قیامت کے دن ہر شخص اپنا نامہ اعمال اور عمر بھر کی کارکردگی لیے حاضر ہوگا۔ میں بھی قرآن کریم کی تفسیر اُٹھائے بارگاہِ قدس میں حاضر ہوں گا۔

شاہ عبد القادر صاحبؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور برادرِ بزرگ حضرت شاہ عبد العزیز، مؤلف ترجمہ و تفسیر "فتح العزیز" سے حاصل کی۔ قرآن، حدیث، تفسیر اور فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اردو زبان و ادب میں خواجہ میر درد سے استفادہ کیا۔ قناعت اور توکل کا یہ عالم تھا کہ اپنی زندگی میں ہی اپنی ساری جائیداد اپنے بھائیوں، اپنی بیٹی اور اپنی نواسی کے شوہر، جو اُن کے شاگرد بھی تھے، مولانا اسماعیل شہیدؒ کے نام کر دی۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر وغنانہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدار قوت حیدری

حضرت شاہ عبدالقادرؒ کو فلسفہ، منطق اور معقولات سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ متکلمین کے مسائل سے بھی کوئی لگاؤ نہ تھا۔اس سے بعض اصحاب نے یہ اندازہ لگایا کہ شاہ صاحبؒ کو معقولات میں کوئی دسترس نہیں ہے، لہٰذا ان کا امتحان لینے کی کوشش کی۔جب بحث شروع ہوئی تو شاہ عبدالقادرؒ نے فلسفہ ومنطق کے وہ جوہر دکھائے کہ امتحان لینے والے شرمندہ ہوگئے۔مولانا معاملہ پہلے ہی بھانپ گئے تھے۔جب انہیں شکست ہوگئی تو فرمایا: ”تم یہ نہ سمجھو کہ ہم کو معقول نہیں آتی، بلکہ ہم نے ان کو ناقص اور واہیات سمجھ کر چھوڑ دیا ہے۔“

آپؒ کے مخصوص تلامذہ میں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، شیخ عبدالحئی بڈھانویؒ، شیخ فضل حق خیر آبادیؒ، شاہ محمد اسحٰقؒ اور شاہ احمد سعیدؒ کے نام نمایاں ہیں۔آپ کے ترجمہ وتفسیر قرآن ”موضح قرآن“ کو سامنے رکھ کر سینکڑوں علمائے خلف نے قرآن کے ترجمے کیے۔ان کے بعد شاید ہی کوئی مترجم ہوگا جو ان کے ترجمۂ قرآن کا مرہونِ منت نہ ہو۔آپؒ نے یہ ترجمہ کر کے اسلامی ادب اور اردو ادب پر احسان عظیم کیا ہے۔

شاہ صاحبؒ کا یہ ترجمہ اردو کا قدیم بہترین نثری نمونہ ہے جس پر جتنا غور کیا جائے اس کی لطافتیں واضح ہوتی چلی جاتی ہیں۔اور خوبی یہ ہے کہ اردو کے محاورے کے موافق بالجملہ الفاظ ومعانی دونوں کے متعلق بوجوہ متعدد بہت غور اور رعایت سے کام لیا گیا ہے اور مطالب ومقاصد کی تسہیل اور توضیح میں پورے حزم اور احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔حضرت شاہ صاحبؒ کے اس الہامی ترجمہ کے بعض الفاظ اور محاورے متروک ہوجانے کے باعث شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہٗ نے اس پر نظرثانی فرمائی اور متروک الفاظ اور محاوروں کی جگہ الفاظ مستعملہ رکھ دیئے۔حضرت شیخ الہندؒ خود فرماتے ہیں: ”ہماری سعی کا لب لباب دراصل ترجمۂ موصوف کی خدمت گزاری ہے وبس۔چونکہ بعض بعض مقامات پر کچھ کچھ ترمیم کرنے سے حقیقت میں یہ دوسرا ترجمہ نہیں ہوگیا اس لیے اس کا کوئی نام مستقل مقرر کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا۔“

حضرت شاہ صاحبؒ کی روحانی برکات وفیوض اور حضرت شیخ الہندؒ کے اخلاص وبے نفسی کی برکت سے حق تعالیٰ شانہٗ نے اس ترجمہ کو عوام وخواص میں وہ مقبولیت عطا فرمائی جس کی عصرِ حاضر میں کوئی اور نظیر نہیں ہے۔اس الہامی اور مقبولِ خواص وعوام ترجمہ کی چند امتیازات دورانِ مطالعہ ملحوظ رہیں:

(۱) ترجمہ سلیس، مطلب خیر اور بامحاورہ ہے۔ (۲) خللِ لفظی اور معنوی سے محفوظ ہے۔(۳) مشہور اور مستعمل الفاظ کا خاص طور پر لحاظ فرمایا ہے۔ (۴) ان اغلاط سے مبرا ہے جو آزادی پسند لوگوں کے ترجمہ سے عوام میں پھیل گئے ہیں۔(۵) ترجمہ میں محاورے کا اہتمام فرماتے ہوئے محاورات کو ترجمہ کے تابع فرمایا، نہ یہ کہ ترجمہ کو محاورات کے تابع کر کے خواہ مخواہ محاورات کا اضافہ کیا ہو۔ (۶) باوجود اہتمامِ محاورہ کے، ترتیب قرآنی کی بقاء کا حتی الوسع اہتمام فرمایا ہے۔ (۷) حواشی پر شاہ صاحبؒ کے حواشی ”موضح قرآن“ کی تفصیل کی گئی ہے۔ (۸) حواشی پر مختصر اختلافِ علماء کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

تفسیر عثمانی کے مؤلف مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند، اس ترجمہ کے مقام واہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”حضرت الاستاذ العلامۃ، سید الطائفہ، شیخ الہند مولانا الحاج المولوی محمود حسن صاحب عثمانی دیوبندی قدس سرہٗ کا ترجمۂ قرآن جس کے ساتھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شغف کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مالٹا جاتے وقت جس وقت جہاز کو ایک سخت خطرہ لاحق ہوگیا تو آپؒ نے تمام سامان سے قطع نظر کر کے صرف ترجمہ کے مسودہ کے اوراق ہمارے بھائی اور حضرتؒ کے رفیق خادم مولوی عزیر گل صاحب کے سینہ سے باندھ دیئے کہ شاید کوئی صورت بچاؤ کی نکل آئے اور یہ اوراق ضائع ہونے سے بچ جائیں۔ترجمے کی نسبت میں اس قدر کہہ سکتا

ہوں کہ ہندوستان کے طول و عرض میں قرآن کے جو تراجم موجود ہیں شاید ہی کوئی ہو گا جو نہایت صحیح اور مستند ہونے کے باوجود اس قدر مُوجز، شگفتہ اور نظم قرآن کی پوری پوری رعایت کرنے والا ہو۔"

مؤرخِ اسلام حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ نے اس ترجمہ کی خوبیوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "در حقیقت ایک کرامت ہے کہ باوجودیکہ ترجمہ تحت اللفظ ہیں، مگر ہر قسم کی اُلجھن سے پاک، آپ عموماً ترجموں میں جا بجا بریکٹ دیکھیں گے جن میں مترجم حضرات نے کچھ الفاظ اپنی جانب سے زائد کر کے مراد کو ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس کے بغیر تو گویا چارہ ہی نہیں کہ کلام کو بامحاورہ کرنے کے لیے آیت کے آخری حصہ کا ترجمہ اوّل میں کر دیا جائے یا پہلے ٹکڑے کا ترجمہ آخر میں ہو۔ لیکن ہر لفظ کا ٹھیٹھ ترجمہ اس کے نیچے ہوتے ہوئے کلام کا بامحاورہ اور عام فہم رہنا صرف اس ترجمہ ہی کا کمال ہے جس کو کرامت کے سوا کسی لفظ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔"

ابتدائی درجات کے طلبہ کو قرآن مجید کا ترجمہ یاد کرانے کے لیے احقر کی رائے میں حضرت شاہ صاحبؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کے ترجمہ سے بہتر اور کوئی ترجمہ نہیں۔ حضرات اساتذہ کرام اس کے ساتھ تفسیر عثمانیؒ اور بیان القرآن، مؤلفہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا بالالتزام مطالعہ فرمائیں۔ "بیان القرآن" اپنی افادیت، جامعیت اور مقبولیت میں عدیم المثال ہے۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی قدس سرہٗ کی رائے کے مطابق تفسیری حیثیت سے مطالب قرآنیہ کی بالاستیعاب توضیح اور مسلسل تشریح اور ربط آیات اور حل مشکلات اور بیان معانی میں جو نرالی شان "بیان القرآن" کو حاصل ہوئی وہ اُردو زبان میں کسی اور تفسیر کو حاصل نہیں ہوئی، واللہ یختص برحمتہ من یشاء۔

عدیم الفرصت حضرات اساتذہ کرام کے لیے تو اِن شاء اللہ العزیز ترجمہ قرآن کریم کی تدریس کے لیے "تفسیر عثمانی" اور "بیان القرآن" کا مطالعہ کافی و وافی ہے۔ لیکن جن حضرات کے پاس فرصت ہو وہ عربی تفاسیر میں سے تفسیر قرطبیؒ، امام رازیؒ کی تفسیر کبیر، علامہ محمود آلوسیؒ کی تفسیر "روح المعانی"، امام بغویؒ کی "معالم التنزیل" اور امام ابن جریرؒ کی "تفسیر طبری" اور امام ابو بکر جصاصؒ کی "احکام القرآن" کو زیر مطالعہ رکھیں۔ خیال رہے کہ جہاں مسائل کی بحث آئے وہاں متقدمین میں سے امام ابو بکر جصاص رازیؒ کی "احکام القرآن" کو اور متأخرین میں سے علامہ محمود آلوسیؒ کی "روح المعانی" کو مدار بنایا جائے۔ یہ دونوں مفسر حنفی المسلک ہیں اور تفسیر قرآن کریم میں سند ہیں۔

دُعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ علومِ دینیہ کی تدریس کو ہم سب کے لیے زادِ معاد، توشۂ آخرت، خیر جاری اور سرمایۂ سعادت بنائیں، آمین ثم آمین۔

ناظم اعلیٰ وفاق کو صدمہ

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور جامعہ خیر المدارس ملتان کے مہتمم حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری کے والد نسبتی (سسر) حضرت مولانا سعید الرحمان انوری رحمۃ اللہ علیہ ۴ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ مطابق ۱۷ مئی ۲۰۰۲ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر فیصل آباد میں بقضائے الٰہی انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا مرحوم حضرت مولانا محمد صاحب انوری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین، ممتاز عالم دین اور جامع مسجد انوری کے خطیب تھے۔ مرحوم کی عمر ۶۴ سال تھی۔ آپ کی زندگی اسلام کی اشاعت و تبلیغ میں گزری۔ مولانا مرحوم کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ اور بحمد اللہ سب ہی حافظ و عالم ہیں اور اس وقت خدمت دین میں مصروف ہیں۔ ملک اور بیرون ملک سے بڑی تعداد میں علماء کرام، مشائخ عظام اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی شخصیات نے ناظم اعلیٰ اور حضرت مرحوم کے صاحبزادگان مولانا رشید الرحمان انوری، مولانا خلیل الرحمان انوری، مولانا جلیل الرحمان انوری اور مولانا اسد الرحمان سے دلی ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کیا ہے، ناظم اعلیٰ اور دیگر پسماندگان نے ایسے تمام حضرات کا شکریہ ادا کیا ہے اور جملہ متعلقین سے مرحوم کے لیے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست کی ہے۔ (ادارہ)